Mery humnawa mery meherban

by kcs

سائرہ مشعال

میرے ہمنوا میرے مہرباں

سفید کرولا عین یونیورسٹی کے سامنے رکی۔ گاڑی سے اتر کر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان گرے تھری پیس سوٹ پہنے ڈیسنٹ سے شخص کو ہاتھ ہلا کر آگے بڑھی۔ اس کی چال میں وقار و تمکنت تھی جو متوجہ ہونے والوں کو متاثر کرتی تھی۔ سوٹ کے ہم رنگ سی گرین اسکارف میں اس کا شاہین

بکھیرتا حسین چہرہ اس قدر سنجیدہ بے تاثر تھا کہ دیکھنے والے کی نگاہ احتراماً اگر نہیں تو بے عزت ہونے کے خوف سے ازخود جھک جاتی۔

یونیورسٹی کے اندر کا ماحول بڑا اعصاب شکن تھا۔ ہر طرف گہما گہمی تھی۔ کینٹین پر اس قدر ہجوم اکٹھا تھا گویا کسی غریب بستی میں لنگر بٹ رہا ہو۔ میل اور فی میل تمام اسٹوڈنٹ ایک دوسرے پر چڑھ رہے تھے۔ وہ رک کر حیرت زدہ نظروں سے تعلیمی درس گاہ کے اندر اس جاہلانہ طرز عمل کو ملاحظہ کرنے لگی لیکن تا حال اس شور کا محرک جاننے سے قاصر تھی۔ معاً اس کی نگاہ کینٹین کے اوپر جلی حروف میں لکھے ہیپی ویلنٹائن ڈے پر پڑی۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں وہ معاملے کی تہہ تک پہنچی۔ یقیناً کینٹین کے مالکان نے اپنی دکان چمکانے کے لیے آج کے دن کے لیے خریدے جانے والے تمام موادات اپنے پاس رکھے تھے۔ یہی خریدنے والوں کا اودھم مچا تھا وہاں اس کے دل میں ڈھیروں تاسف آن سمایا۔ کس طرح یہ لوگ تعلیمی درس گاہوں کی عزت کو پامال کر رہے ہیں۔ ان درس گاہوں کے وقار کو قدموں تلے روند رہے ہیں۔ اس نے سڑکوں پر ٹہلے لے جاتی، کارڈ فلاور خریدتی لڑکیوں کو متاسفانہ نظروں سے دیکھ کر دکھ سے سوچا۔ راہ داری سے گزرتے ہوئے وہ ٹھٹک گئی۔ اس تمام گہما گہمی سے لاتعلق دو نفوس کونے میں ایک دوسرے سے جڑے بیٹھے تھے۔ لڑکے کے دائیں ہاتھ میں گلاب کی سرخ ادھ کھلی تھی جب کہ بائیں ہاتھ میں ریڈ اور گولڈن بے حد خوب صورت کارڈ تھا۔ جس میں سے وہ کچھ پڑھ کر اسے سنا رہا تھا۔ لڑکی بلاشبہ اس کی لائق فائق اسٹوڈنٹ شازمہ حیدر تھی جس کے چہرے پر پھیلی قوس وقزح کے رنگ ان کے مابین موجود تعلق کو بیان کر رہے تھے۔

اس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھا۔ آٹھ سال پہلے کا منظر اس کی آنکھوں میں گھوما۔

یہ ہی دن تھا یہ ہی جگہ تھی اور یہ ہی سماں تھا۔ سب کچھ وہی تھا سارا منظر ویسا ہی تھا بس تصویر بدل گئی تھی۔ بڑی مشکلوں سے مندمل ہونے والے زخم پھر سے رسنے لگے۔ اپنے بے جان قدموں کو گھسیٹتی وہ بامشکل آفس تک آئی۔ صد شکر کے آفس میں سر ابرار کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ اپنے لیکچر کی تیاری میں مصروف انہوں نے بھی زیادہ نوٹس نہیں لیا۔ سر کے جاتے ہی اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندیں۔ اور گہری گہری سانس لینے لگی گویا میلوں کی مسافت طے کر آئی ہو۔ اندر دھواں سا اٹھ رہا تھا۔ خود پر ہزاروں پہرے بٹھانے کے باوجود خیالات کی یلغار نے آٹھ سال قبل بند کیے باب کے اوراق پلٹنا شروع کر دیے۔

☆.....☆

''ادا قاتل بیاں قاتل زباں قاتل نگاہ قاتل
تمہارا سلسلہ شاید کسی قاتل سے ملتا ہے''

وہ رجسٹر گود میں رکھے نیچے گھاس پر رکھی بک پر طائرانہ نگاہ ڈال کر تیزی سے رجسٹر میں پوائنٹس نوٹ کر رہی تھی۔ ارتضیٰ نے اس کے سامنے گھاس پر نیم دراز ہو کر شولڈر کٹ بالوں کے درمیان اس کے حسین چہرے پر محبت سے تکتے ہوئے ترنگ سے شعر کہا لیکن اس وقت وہ مکمل طور پر لکھنے کی طرف متوجہ تھی۔ جبھی بنا کوئی رسپانس دیے اپنا کام جاری رکھا۔ اسے کام میں اس قدر منہمک دیکھ کر وہ سخت بدمزہ ہوا۔

''کیا ہے؟'' ارتضیٰ کے پین چھیننے پر وہ سخت برہم ہو کر چیخی۔ ارتضیٰ نے اس کی بات پر بنا کان دھرے رجسٹر اور بک دونوں بند کر دیں۔ اس زبردست کی دھونس پر وہ کھول کر رہ گئی۔

''مسئلہ کیا ہے آپ کے ساتھ بھئی۔'' وہ کلس کر بولی۔

''وہ تو میں تمہارے گوش گزار تب کروں گا
...ے تم اپنی جھیل سی آنکھوں کو ان موٹی کتابوں کے
...ئے میرے خوب صورت چہرے پر ٹکاؤ گی۔'' وہ
...ی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے رومینٹک ہوا۔
ہانی نے لب بھینچ کر مسکراہٹ دبائی اور دوبارہ
...بک کھول لی۔

''کیا ہے یار! ہٹاؤ اس ظالم سماج کی دیوار کو
...ے درمیان سے۔'' ارتضٰی نے اب کی بار
...یں صرف بند نہیں کیں بلکہ اپنی تحویل میں بھی
...یں۔

''میری بکس دیں مجھے۔'' اس نے جھپٹنے کی سعی
... ارتضٰی نے ہاتھ فوراً پیچھے کرلیے۔

''دے دوں گا پر پہلے میری بات کا جواب
''

''ہاں بولیں۔'' وہ زچ ہوکر گویا ہوئی۔

''یہ میرے اتنے حسین شعر فرمانے پر تم نے
... کیوں نہیں دی۔'' وہ نظر انداز کیے جانے پر
...بھی ہوا تھا غالباً بھی شاکی ہوا۔

''کون سے وہ قاتل والے شعر کی۔'' ہانی نے
...انہ انداز میں پوچھا۔

''جی بالکل اسی کی بات کر رہا ہوں۔'' ارتضٰی
...ے مذاق اڑاتے انداز پر جل کر بولا۔

''بھلا اس میں بھی قابل داد کوئی بات ہے تم
... امریکہ والوں کی طرح سیدھا بہتان بازی کر
...ئے قاتلوں کے قبیلے سے قرار دے دیا۔ اب
...رے اپنے اوپر ہونے والے اس ڈرون حملے
... آپ کو داد دوں گی بھلا۔'' ہانی معصومیت سے
... پپٹا کر زچ کرنے والے انداز میں گویا
... آخر کو اپنے تنگ کیے جانے کا بدلہ بھی تو چکانا
...ی اس کی طوطا چشمی کو خاطر میں لائے بغیر
...ٹا کر جانے لگی۔ تبھی ارتضٰی نے اس کا ہاتھ
...نے سے اپنی طرف کھینچ کر واپس بٹھایا۔

''اب کیا ہوا؟'' ارتضٰی نے مقابل دوزانوں
بیٹھ کر اس کے خوب صورت چہرے پر نظر جما کر
استفسار کیا۔ ارتضٰی بغیر کچھ کہے آگے کو جھولتے اس
کے اسٹیپ کٹنگ بالوں کو نرمی سے پیچھے کرنے لگا۔
وہ سٹپٹا گئی اس کی گہری نظروں سے۔

''ارتضٰی! سب دیکھ رہے ہیں۔'' اس نے
درزیدہ نظروں سے اردگرد دیکھا۔

''دیکھنے دو۔'' وہ بے حد توجہ سے اسے دیکھ رہا
تھا۔ اس کی نظروں کی حدت پگھلانے لگی۔

''کیا کہیں گے سب۔'' اس کی والہانہ نظروں
سے نظریں چرا کر دھیمے لہجے میں گویا ہوئی۔

''یہ ہی کہیں گے کہ ارتضٰی مراد شاہ ''مراد
انڈسٹریز'' کا اکلوتا وارث بے پناہ خوب صورتی کا
مالک کس طرح اپنی محبوبہ کے بالوں میں اگی ہوئی
گھاس نکال رہا ہے۔'' ارتضٰی نے قہقہہ لگا کر ہاتھ
میں پکڑی گھاس کو اس کی آنکھوں کے سامنے کیا۔ وہ
جو آنکھیں بند کیے محبت کے احساس میں کھوئی اس
کے لمس کو محسوس کر رہی تھی۔ پٹ سے آنکھیں کھول
کر اس کے ہاتھ کی طرف دیکھا اور سخت خفت زدہ
ہوئی۔ اس کی نہ رکنے والی ہنسی سے طیش زدہ ہوکر
ہاتھ میں پکڑی بکس سے اس کی درگت بنانے لگی مگر
وہ ڈھیٹ بنا اور اونچے قہقہے لگا رہا تھا۔ تنگ آ کر وہ
پاؤں پٹختی چلی گئی وہ پکارتا رہ گیا۔

☆......☆

ہانی یونیورسٹی سے گھر پہنچی تو بھوک کے مارے
پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے لیکن لاؤنج میں مامی
اور احسن کو براجمان پا کر سخت کوفت ہوئی۔

''السلام علیکم۔'' اس نے اونچی آواز میں سلام
کیا۔ احسن کا سانولا چہرہ اسے دیکھ کر کھل اٹھا۔

''وعلیکم السلام! جیتی رہو بیٹا ادھر آؤ میرے
پاس۔'' مامی نے اپنے مخصوص محبت سے لبریز
حلاوت آمیز لہجے میں جواب دے کر اپنے پاس

بلایا۔

''ایکسکیوزمی میں خاصی تھک چکی ہوں آرام کرنا چاہتی ہوں۔'' احسن کی جانب دیکھنا بھی اس نے گوارہ نہیں کیا۔ مامی کی کھلی بانہوں کو نظرانداز کر کے اکتاہٹ سے اپنی بات کہہ کر اپنے کمرے میں گئی۔

ہادیہ (بہن) سبرینہ (امی) شمسہ مامی کا پھیکا پڑتا چہرہ دیکھ کر سخت شرمندہ ہوئیں۔ احسن بھی خفت کا شکار ہورہا تھا۔ محض اس کی خاطر اس کی پیاری امی اس نک چڑھی لڑکی کو اتنا پیار کرتی تھیں۔ آج اس کے اہانت آمیز رویے نے اسے ماں کے سامنے سخت نادم کیا تھا چند اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد وہ لوگ چلے گئے۔ انہیں رخصت کر کے ہادیہ دندناتے ہوئے اس کے کمرے میں آئیں۔

''یہ کیا حرکت تھی ہانی؟'' وہ بیڈ پر نیم دراز بڑے رومینٹک موڈ میں ارتضٰی سے باتوں میں مگن تھی۔ اس اچانک افتاد پر ہڑبڑا اٹھی۔

''ارتضٰی! میں آپ سے بعد میں بات کرتی ہوں۔'' فون بند کر کے وہ جھنجھلائی۔

''کیا ہوا آپی! کیا مسئلہ ہے؟''

''یہ ہی تو میں بھی پوچھ رہی ہوں مسئلہ کیا ہے تمہارا تم دن بہ دن بہت بے ادب و بدلحاظ ہوتی جارہی ہو۔ مہمانوں سے بات کرنے کے کچھ مینرز ہوتے ہیں جو کہ شاید تم گزرتے دن کے ساتھ بھولتی جارہی ہو۔'' ہادیہ نے اس کی طرف برہمی سے دیکھتے ہوئے لتاڑا۔

''تو یہ آپ آرام سے بھی بول سکتی تھی۔ اتنا ہائپر ہونے کی کیا ضرورت تھی اگر ارتضٰی نے آپ کی بات سن لی تو مجھے کتنی سبکی اٹھانی پڑے گی اس کے سامنے۔'' ہادیہ کے سرزنش کو خاطر میں لائے بغیر وہ اپنے لیے متفکر ہوئی۔

''ہاں اپنی عزت کی بہت فکر ہے۔ دوسروں کی عزت پل بھر میں دو کوڑی کی کردو تو کوئی بات نہیں۔ ہادیہ اس کی ڈھٹائی پر سلگ اٹھی۔

''میں نے ایسا کچھ نہیں کہا جس سے کسی کی عزت کم ہو۔'' اس نے ببل چھوڑتے ہوئے لاپروائی سے کہا۔

''اور ویسے بھی مجھے آپ کی طرح ہر کسی کو جھاڑ پر چڑھانے کا شوق نہیں۔ میں لوگوں کو اتنی ہی عزت دینے کی قائل ہوں جتنی وہ ڈیزرو کرتے ہیں۔ اوقات سے زیادہ دے کر مجھے انہیں بدہضمی نہیں کروانی۔'' اس کا حقارت بھرا لہجہ و گستاخانہ انداز ہادیہ کو خوف زدہ کر گیا۔

''please leave this topic''

ہادیہ کو کچھ کہنے کے لیے لب وا کرتے دیکھ کر اس نے ہاتھ اٹھا کر ٹوکا اس کے انداز پر اس نے دکھی نظروں سے اسے دیکھا۔

☆......☆

زبیر صدیقی ملک کے نامور بیوروکریٹ میں شمار ہوتے تھے۔ گھر میں پیسے کی ریل پیل تھی۔ اولادوں میں سب سے بڑی بیٹی زوباریہ کو بیاہ چکے تھے جب کے اس کے بعد ہادیہ کا نمبر تھا۔ ہادیہ سے چھوٹی ام ہانی جب کہ سب سے چھوٹا آخر میں معاویہ تھا۔ ہادیہ اپنی تعلیم مکمل کر کے دو سال سے گھر میں بیٹھی تھی۔ ان دو سالوں سے بڑی شدومد سے اس کے رشتے کی تلاش جاری تھی لیکن تاحال کامیابی کے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ اس کے لیے آنے والا ہر رشتہ ام ہانی کی طرف منتقل ہوجاتا۔ ان کا ددھیال حسن و جمال میں یکتا تھا اور ام ہانی نے تو ان کا سارا حسن چرالیا تھا۔ پھر بھلا اس کہ سامنے ہادیہ کا چراغ کیسے جلتا۔ اسی امتیازی سلوک نے ہانی کا دماغ ساتویں آسمان پر پہنچا دیا تھا۔ جبھی وہ ازحد مغرور اور نخریلی تھی۔ اس کہ برعکس زوباریہ خوب صورت ہونے کے باوجود ان خرافات سے مبرا بے حد اچھی اور حساس لڑکی

...ں۔ بادیہ اور معاویہ اپنے ننھیال پر گئے تھے۔ نین ... پر کشش ہونے کے باوجود رنگ دبتا ہوا سا تھا ... ان دونوں کے آگے کچھ زیادہ ہی ماند پڑتے ... ہوتے۔

☆......☆

دو دن آف کے بعد آج وہ یونیورسٹی آئی تو ... بھنائی ہوئی تھی۔ کیوں کہ کل شام سے ارتضٰی ... آف آ رہا تھا۔ مسلسل ٹرائی کر کر کے اس کی ... دکھ گئیں مگر اسے سیل فون آن کرنے کی ... نہیں ہوئی۔ اس نے متلاشی نظریں چاروں ... دوڑائیں پر وہ کہیں نظر نہ آیا۔ وہ بے دلی سے ... روم میں آئی۔

''لیڈیز اینڈ جینٹل مین دل تھام کر بیٹھیں کچھ ... آپ کو زبردست شاک لگنے والا ہے۔'' ان ... فیلو کاشف نے کلاس میں داخل ہو کر خبردار ...

''کیوں شاک لگنے سے دل تھامنے کا کیا ...؟'' صوبیہ نے طنزیہ انداز میں فرمایا۔

''اور ہاں یہ تم نے لیڈیز کسے کہا؟'' ندا نے بھی ... ذالناضرور خیال کیا۔

''یہاں بیٹھی تمام سوہنیو کو۔'' حمزہ نے مسخرے ... سے کہا۔

''کیا ہم آپ کو لیڈیز نظر آتی ہیں۔'' جواب جیخ ... صورت ندا کے بجائے تانیہ کی جانب سے ... ہوا۔

''کیوں کیا آپ لیڈیز نہیں ہیں۔'' حماد نے ... موڑ کر پیچھے بیٹھی تانیہ کی آنکھوں میں براہ ... دیکھتے ہوئے استفسار کیا تانیہ اس کے سوال ... گئی۔

''نن...... نہیں میرا کہنے کا مطلب تھا ہم گرلز ... نہیں۔'' تانیہ نے گڑبڑا کر وضاحت دی۔

''اچھا تو سوہنیو! میرا مطلب ہے کہ کڑیوں میں کیا کہہ رہا تھا۔'' کاشف نے انگشت شہادت سے پیشانی مسلتے ہوئے ذہن پر زور ڈالا۔

''ارے کاشی جی! پہلے کی طرح سوہنیو بولیں نا آپ کے منہ سے بہت اچھا لگتا ہے۔'' کاشف پر دل و جاں سے فریفتہ فوزیہ میٹھی میٹھی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے بڑے مان سے فرمائش کی سب کے لبوں پر دبی دبی مسکراہٹ چھلکنے لگی۔ کاشف نے پیار کیا تو ڈرنا کیا کی تفسیر بنی فوزیہ کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔ جو آنکھوں میں ڈھیروں چاہت سموئے اس کی جانب متوجہ تھی۔

''اچھا تو بیبیوں۔'' کاشف نے بیبیوں پر زور دے کر جتاتی نگاہ فوزیہ پر ڈالی۔

''اوہیلو! یہ تم نے بیوی کس کو کہا۔ ہاں یہاں موجود مجھ سمیت تمام لڑکیاں ماشاء اللہ سے صاحب منگیتر ہیں۔ خبردار جو تم نے کوئی بکواس کی۔'' کاشف کے کہے لفظوں کی ہجے پر غور کیے بنا ندا نے بھڑک کر نان اسٹاپ جو منہ میں آیا بکتے ہوئے تائیدی نظروں سے کاشف کو گھورا۔

''ندا جی! میں نے بی بی کہا ہے بیوی نہیں پلیز آپ یونیورسٹی سے آف ہونے کے بعد کسی اچھے ڈاکٹر کے پاس جا کر اپنے کانوں کے نالے میں پھنسے کوڑا کرکٹ کو باہر نکالیں تاکہ مخاطب کی آواز آپ کے کان کے پردوں تک بغیر کسی خرابی کے پہنچ سکے۔'' ندا کی کمزور اردو سے بھی واقف تھے۔ تبھی اپنے کہے الفاظ کی تصحیح کرنے کے ساتھ نہایت ہی مفید مشورے سے نوازا۔ کاشف کی خباثت پر ندا نے تلملا کر پہلو بدلا۔ ان کی لایعنی باتوں فضول تکرار نے اس کو اکتا دیا تھا۔ ویسے بھی ارتضٰی کی غیر حاضری میں اس کا دل نہیں لگ رہا تھا وہ اوب کر اٹھی۔

''یار کاشی! ان جنگلی بلیوں کو چھوڑ، مدعے کی بات کر۔'' حماد کو اچانک شاک لگنے والی بات یاد آئی

جیسے بحث میں پڑھ کر سب بھول چکے تھے۔

''ہاں یار! ابھی تازہ خبر ملی ہے کہ ہمارا پرنس چارمنگ ہیرو کل بائیک ریس میں زخمی ہو کر ہاسپٹل میں بستر پر پڑا ہے۔'' ہانی کے قدم گویا زمین نے جکڑ لیے وہ بے یقین نظروں سے کاشی کو دیکھنے لگی۔

''تم مذاق کر رہے ہو نا؟'' اس نے حقیقت کو جھٹلانے کی سعی کی۔

''نہیں ہانی! میں بھی مکمل تصدیق کے بعد یہ بات کہہ رہا ہوں۔'' کاشف اس کے وحشت زدہ چہرے کو دیکھ کر نرمی سے گویا ہوا۔

''کون سے ہاسپٹل میں ہیں ارتضیٰ۔'' اس نے بھیگے لہجے میں استفسار کیا۔

آغا خان ہاسپٹل کا نام سنتے ہی دوڑتے ہوئے یونیورسٹی سے نکلی۔ ڈرائیور اس کی گاڑی لے جا چکا تھا۔ وہ ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔ تقریباً پچیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد ہاسپٹل کے آگے جیسے ہی ٹیکسی روکی ڈرائیور کو پیسے تھما کر وہ کمان سے نکلے تیر کی طرح ہاسپٹل کے اندر گئی۔ پیچھے سے ڈرائیور پیسے زیادہ دیے جانے پر آواز دیتا رہ گیا۔ ریسیپشن پر موجود لڑکی کی دی گئی معلومات کے مطابق وہ سیڑھیوں پر سر پٹ دوڑنے لگی۔ تھرڈ فلور پر پہنچ کر اس کی سانس بری طرح پھول گئی تھی۔ اپنے مطلوبہ روم تک آ کر چند ثانیے بند دروازے کو دیکھتی رہی پھر ہمت کر کے ناک گھمایا۔ دروازہ تھوڑا سا وا کر کے دیکھا اندر کوئی نہیں تھا۔ ارتضیٰ کے علاوہ وہ اندر داخل ہو کر اس نے دیکھا وہ آنکھیں بند کیے شاید سو رہا تھا۔ اسے اس حالت میں دیکھا اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس کا سارا جسم پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا۔

وہ ہولے ہولے اس کی جانب قدم بڑھانے لگی۔ احتیاط کے باوجود ہائی ہیل کی کھٹ کھٹ پرسکون ماحول میں ارتعاش سا پیدا کر رہی تھی۔

اس کے قریب پہنچنے پر ارتضیٰ نے بند آنکھیں کھولیں۔

ہانی کی آنکھوں میں جمع آنسو گالوں پر لڑھک گئے۔

ارتضیٰ نے اشارے سے بیٹھنے کو کہا۔

وہ اس کے بستر پر اس کے قریب بیٹھ گئی۔

کچھ دیر خاموشی سے اس کی بھیگی پلکوں کو دیکھتا رہا پھر اپنا ہاتھ اس کے دائیں رخسار پر رکھ کر گمبھیر لہجے میں گویا ہوا۔

اس کی آنکھوں میں آنسو تھے میری خاطر
بس وہی لمحہ مجھے زندگی سے پیارا لگا

رخسار پر دھرا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ دل کا بوجھ ہلکا ہو جانے پر اس نے اپنا چہرہ ٹشو سے صاف کیا، تبھی کوئی روم میں انٹر ہوا وہ ارتضیٰ کی ماما تھیں کیونکہ ان کا چہرہ ارتضیٰ سے بے حد مشابہت رکھتا تھا۔

''السلام علیکم!'' ہانی نے فوراً سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔'' سلام کا جواب دے کر ارتضیٰ کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''ماما! یہ میری یونیورسٹی فیلو ام ہانی ہے۔'' ارتضیٰ نے سرسری سا تعارف کروایا۔

''اوہ اچھا Thanks بیٹا جو آپ آئیں، ویسے بھی مجھے ابھی ایک ضروری میٹنگ میں جانا تھا اس کے تنہا ہونے کے خیال سے میں خاصی فکرمند تھی، اب آپ ہوں گی تو اس کا دل بہلا رہے گا۔''

عجلت میں اپنی بات مکمل کر کے ساڑھی کا پلو نزاکت سے تھام کر پرتمکنت چال چلتی روم سے نکلیں ڈھونڈنے سے بھی ان کے میک اپ زدہ چہرے پر تشویش یا تفکر کے تاثرات نظر نہیں آئے۔

ہانی ان کے اس رویے پر خاصی حیران ہوئی تھی۔

ارتضیٰ کے قریب بیٹھ کر اس سے باتیں کرنے لگی۔ ارتضیٰ اس کا ہاتھ تھامے سہلا رہا تھا۔

''ارتضیٰ کیا آنٹی آپ کی سگی والدہ ہیں؟''

کب سے دل میں کلبلاتے سوال کو بالآخر اس نے زبان دی۔

''سو فیصد سگی ہیں کیوں تمہیں کوئی شک ہے۔'' ارتضیٰ نے مذاقاً پوچھا۔ وہ اپنے بے ساختگی سے کیے گئے سوال پر جی بھر کے شرمندہ ہوئی۔

''نہیں بس ویسے ہی کہہ دیا اچھا تم کھانے میں کیا کھاؤ گے۔'' ہانی نے فوراً موضوع بدلا۔

چکن چنجر، مٹن تکہ، بیف بریانی اور ساتھ میں فرائیڈ فش ہو تو کیا ہی بات ہوگئی۔ ارتضیٰ نے جیسے نظارہ لیا۔

''زیادہ پھیلیں مت میں پرہیزی کھانوں میں کیا چھوڑ رہی تھی کیا کھائیں گے۔''

ارتضیٰ کو چٹخارے لیتے دیکھ کر اس نے آنکھیں دکھائی تھیں۔

''رہنے دو ان پھیکے میٹھے کھانوں کو، فروٹ ہی ڈنر کردے دو۔'' پرہیزی کھانوں کا نام سن کر اس نے برا سا منہ بنایا۔

ہانی اس کے بچکانہ انداز پر بے ساختہ مسکرادی۔

''تم اپنے لیے کھانے کو کچھ منگوالو ہانی۔'' وہ اپیل کاٹ کر لائی تو ارتضیٰ کو فوراً اس کے بھوکے رہنے کا خیال آیا۔

''نہیں میں آپ کے ساتھ فروٹس شیئر کروں گی۔'' ہانی نے ارتضیٰ کو سہارا دے کر بٹھایا پلیٹ درمیان رکھ مزے لے لے کر کھانے لگی۔

☆.....☆

یہ سارا دن ارتضیٰ کی سنگت میں گزار کر جب وہ گئی تو ساڑھے سات ہو رہے تھے۔ ہادیہ کچن میں مصروف نظر آئی باقی کوئی دکھائی نہ دیا، وہ وہیں لاؤنج میں ہی صوفے پر بیٹھ کر ریلیکس انداز میں آنکھیں موندھ گئی۔

ارتضیٰ کے ساتھ بیتائے خوشگوار لمحوں کو سوچ کر دل اندر سرشاری سی چھانے لگی۔

''کہاں تھیں تم اب تک۔'' ہانی نے آنکھیں کھول کر سامنے دیکھا۔ ہادیہ سینے پر ہاتھ باندھے کھڑی خشمگیں نظروں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

''ہمارے کلاس فیلو کا ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا سب دیکھنے جارہے تھے میں بھی چلی گئی۔''

اس نے چینل سرچنگ کرتے ہوئے اطمینان سے جواب دیا۔

''تو بتا کے نہیں جاسکتی تھیں کیا اجازت لینے میں تمہاری عزت گھٹتی ہے۔ کم از کم مطلع تو کیا کرو کہیں جانے سے پہلے مستزاد موبائل فون بھی سائلنٹ پر لگادیتی ہیں محترمہ۔''

ہانی کی بے نیازی نے ہادیہ کو اچھا خاصا تپا کر رکھ دیا تھا۔

''آپی پلیز! زیادہ Over React مت کریں ہمارا کلاس فیلو ہاسپٹل لائز تھا، سب جارہے تھے میں بھی چلی گئی۔ بات ختم اس میں اتنا ہائپر ہونے کی کیا بات ہے۔'' ہادیہ آپی کے تفتیشی انداز سے چڑ کر بولی۔

''بات ہے نا ہانی، تم سمجھتی کیوں نہیں ہو ماموں پوری فیملی سمیت آئے بیٹھے تھے، ایسے میں جب ڈرائیور نے آکر یہ کہا کہ وہ تمہیں لینے یونیورسٹی گیا تم وہاں نہیں تھیں تو ہمیں کتنی سبکی اٹھانی پڑی۔ تم اندازہ نہیں کرسکتیں۔ اوپر سے جب ماموں نے تمہیں کال ملائی تو تم نے وہ بھی اٹینڈ نہیں کی۔ وہ تو میں نے دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے عذر تراشا کہ تم مجھے کال کر کے مطلع کرچکی تھیں کہ اپنے فرینڈ کے ساتھ کمبائن اسٹڈی کے لیے ان کے گھر جاؤ گی پر مجھے یاد نہ رہا۔''

''اگر میں بروقت بہانہ بنا کر تمہاری من مانیوں کی پردہ پوشی نہیں کرتی تو کیا سوچتے وہ سب تمہارے متعلق کہ تم اتنی خودسر ہو۔''

ہادیہ نے تمام تر تفصیل اس کے گوش گزار کر کے اسے اس کی کوتاہی کا احساس دلانا چاہا۔

''خیر تو ہے آج کل ماموں کے بڑے چکر لگ رہے ہیں ہماری طرف۔'' اپنی دکھتی گردن کو دائیں بائیں جھٹکتی ہوئی گویا ہوئی۔

ہادیہ نے مسکراتے ہوئے اس کے لاپروا چہرے کو دیکھا۔

''ماموں لوگ احسن کا پرپوزل تمہارے لیے لائے ہیں۔'' ہادیہ نے بڑے اطمینان سے اس کے سر پر بم پھوڑا۔ وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''کیا.....!''

''اس نے بے یقین نظروں سے ہادیہ کو دیکھا۔ اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔'' ہادیہ نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

''امی نے کیا جواب دیا پھر۔'' ہانی نے اس کے پاس صوفے پر بیٹھ کر پرتشویش نظروں سے دیکھتے ہوئے تیزی سے پوچھا۔

''فی الحال تو کچھ نہیں کہا، ہاں البتہ ارادے تو خاصے مثبت لگ رہے ہیں۔'' ہادیہ مسکرا کر طمانیت سے گویا ہوئی۔

''مطلب کیا ہے آپ کا ارادے مثبت ہونے کا۔ خبردار جو کسی نے میری مرضی کے خلاف کوئی بھی فیصلہ کیا، اگلی مرتبہ وہ لوگ آئیں انکار کر کے نکال باہر کریں۔'' ہادیہ کی بات نے اسے بھڑکا دیا۔ غصے میں وہ بالکل آپے سے باہر ہوگئی تھی۔

''ہانی! ماموں ہیں وہ ہمارے بڑے ہیں وہ تمیز سے بات کیا کرو۔'' اس کا گستاخانہ انداز ہادیہ کو سخت ناگوار گزرا تبھی سختی سے ٹوکا۔

''سوری بٹ اگر ماموں اگلی بار آئے تو پلیز انہیں انکار کر دیں۔'' ہادیہ کا پارہ ہائی ہوتے دیکھ کر وہ ڈھیلی پڑ گئی۔

''ٹھیک ہے میں امی سے کہہ دوں مگر تم بھی ایک بار اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لو۔ پھر دو دن بعد سوچ کر مجھے جواب دینا پر کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے یہ ضرور سوچنا کہ احسن تم سے محبت کرتا ہے۔'' اسے دھیما پڑتے دیکھ کر ہادیہ نے نرمی سے سمجھانے کی سعی کی۔

''یہ کام تو تقریباً یونیورسٹی کے آدھے لڑکے کرتے ہیں تو کیا میں سب کا سوچنا شروع کر دوں۔'' اب وہ استہزائیہ انداز میں گویا ہوئی۔

''تم ان لڑکوں سے احسن کو کمپیئر مت کرو، وہ تمہارے حسن کے شیدائی ہیں جب کہ احسن تمہیں سچے دل سے چاہتا ہے۔'' اس کی بے وقوفانہ بات پر ہادیہ نے اسے محبت اور دل لگی کے درمیان تفریق سے آگاہ کرنا چاہا۔

''آپ کا مطلب ہے کہ احسن کے لیے میری خوب صورتی غیر اہم ہے اگر میں کوئی عام سی قبول صورت لڑکی ہوتی تو کبھی وہ مجھے محبت کرتے۔'' اس نے ہادیہ کی طرف عجیب انداز میں دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

''ہاں بالکل کیونکہ محبت اندھی ہوتی ہے۔ اگر میں محبوب کی خوب صورتی یا بدصورتی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ محبت کی بصارت سے ہر کسی کو اپنا محبوب سب سے حسین سب سے منفرد نظر آتا ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی برا کیوں نہ ہو۔ بشرطیکہ محبت سچی اور بے ریا ہو۔''

ہادیہ نے گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے رشک بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے اس کی خوش قسمتی کا احساس دلانے کی کوشش کی۔

ہانی نے غصے سے اس کی جانب دیکھا۔

''یہ اندھی محبت احسن کو آپ سے کیوں نہیں ہوئی پھر۔'' اس نے تمسخر اڑا کر جتاتی نظروں سے ہادیہ دیکھا جس کا رنگ یک دم پھیکا پڑ گیا تھا۔

''کیوں کہ خدا نے اس کے دل میں تمہاری محبت جو ودیعت کر دی۔'' وہ پھیکے پن سے مسکرائی۔

''نہیں کیوں کہ میں خوب صورت ہوں اس لیے میری محبت نے اسے اپنے سحر میں جکڑا ورنہ میں نے تو کبھی اسے درخور اعتنا نہیں سمجھا ہاں البتہ آپ سے اس کی کافی انڈر اسٹینڈنگ ہے تو اصولاً تو پھر اسے آپ سے یہ اندھی محبت ہو جانی چاہیے تھی۔''

اس کی آنکھوں میں سفا کی سے دیکھتے ہوئے اندھی محبت پر زور دے کر تکبرانہ اس کی آنکھوں کو غیر اہم کہنا سخت ناگوار لگا۔ تبھی اپنے لفظوں کے کنکر سے اس کی روح کو لہولہان کر کے اپنی بھڑکتی انا کو تسکین پہنچائی۔

''حقیقت یہی ہے کبھی مرد حسن پرست ہوتے ہیں احسن بھی ان مردوں سے قطعی مختلف نہیں، ورنہ میری جگہ وہ آپ کا انتخاب کرتا۔ اس لیے آپ اس کی وکالت کرنا بند کریں۔''

ہادیہ کے دھواں ہوتے چہرے کو قطعی بے حسی سے دیکھتے ہوئے اپنے لفظوں کی سنگ باری کر کے نخوت سے سر جھٹک کر وہ آگے بڑھی تھی۔

☆......☆

آج ہادیہ آپی کی رسم حنا تھی۔ رشتہ احسن کی توسط سے آیا تھا۔ لڑکا احسن کے دوست کا بھائی تھا پڑھی لکھی سلجھی ہوئی فیملی تھی۔ لڑکے کے والد نے انصر بھائی (احسن کا بڑا بھائی) کے بیٹے کے عقیقے میں ہادیہ کو دیکھا تو دھیمے مزاج والی پرکشش سی ہادیہ اپنے کم گو سے سوبر بیٹے کے لیے بے حد بھائی۔

دوسری طرف زبیر صدیقی کو بھی کوالیفائیڈ اور ڈیسنٹ سا اصغر فرماں بردار و بردبار بیٹی کے لیے ہر لحاظ سے موزوں لگا یوں آناً فاناً رشتہ طے پایا۔

تیاریاں تو دونوں طرف سے مکمل تھیں سو تھوڑی بہت مزید کی جانے والی تیاریوں کے لیے ایک ماہ کا مختصر سا وقت رکھ دیا گیا۔

اس قلیل مدت میں ہانی نے طویل تیاری کر لی تھی اس وقت بھی وہ ڈیپ گرین کلر کے اسٹائلش سوٹ میں بالوں کو ایک طرف ڈالے ماتھا پٹی (معلق پیشانی پر) سجائے غضب ڈھا رہی تھی۔ اپنے گلابی پیروں میں سلور پائل باندھ کر اٹھی اور دیوار پر لگے قد آور آئینے میں اپنا تنقیدی جائزہ لیا۔

گرین جھلملاتی اسٹائلش سی بنا آستین کی شرٹ میں اس کا حسین سراپا دمک رہا تھا۔ سفید کلائیوں میں پہنی گرین خوب صورت کانچ کی چوڑیوں کے آگے سرخ گلابوں کے گجروں نے گویا اس کے سنگھار کو مکمل کر دیا تھا۔

ہانی نے سر سے پاؤں تک خود کو ستائشی نظروں سے دیکھا اور ایک انبساط بھری پر تفاخر سانس کھینچ کر بیڈ پر دھرے دوپٹے کو دوسرے سائیڈ پر پن اپ کر کے کمرے سے باہر نکلی۔

''کیا کر رہی ہو فارحہ؟'' فریج کے پاس کھڑی فارحہ (احسن کی بہن) کو دیکھ کر اس نے پوچھا۔

ارادہ اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کروانا تھا اور اپنی اس سعی میں خاصی کامیاب بھی ہوئی۔ فارحہ کی آنکھیں اسے دیکھ کر ستائش سے چمک اٹھیں۔

''آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں۔'' اس کے تعریفی جملے پر ہانی بڑی دل آویزی سے مسکرائی۔

''اچھا کیا کر رہی تھیں تم؟'' اس کے ہاتھوں میں پلیٹس دیکھ کر استفسار کیا۔

''پھپھو نے پھول منگوائے تھے وہ لینے آئی تھی۔'' فارحہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

ہانی ہمیشہ ان کے ساتھ بہت ریزرو رہتی تھی۔ بہت کم وہ انہیں مخاطب کرتی ایسے میں آج اس کا یہ مہربان روپ میٹرک کی اسٹوڈنٹ فارحہ کے لیے اچنبھے کے ساتھ ساتھ انبساط کا باعث بھی تھا۔

''اچھا ٹھیک ہے پہلے ان دو پلیٹوں میں پتیاں ڈالو تاکہ میں یہ لے جاؤں۔'' فریج سے پتیاں نکالتی فارحہ سے گویا ہوئی فارحہ تیزی سے پلیٹوں میں پتیاں نکالنے لگی۔

''آپی بہت پیاری لگ رہی ہیں آپ۔'' وہ پلیٹ اٹھانے کے لیے جھکی تو فارحہ توصیفی نظروں سے اس کے چہرے کو تکتے ہوئے محبت سے گویا ہوئی۔

اس کی خود پسندانہ فطرت کی تسکین ہو چکی سو پلیٹ اٹھا کر وہ تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگی۔

اس تیز رفتاری کے سبب دو دو سیڑھیاں پھلانگ کر اوپر کی جانب آتے احسن سے ٹکرا گئی۔ چونکہ رفتار دونوں کی خاصی تیز تھی سو تصادم بھی خاصا شدید قسم کا تھا۔ اس کے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ زمین بوس ہو چکی تھی۔

اور وہ خود ایک اسٹیپ نیچے کھڑے احسن کے رحم و کرم پر تھی جب کہ احسن نے مضبوطی سے گرل کو پکڑ کر اپنے ساتھ ساتھ اس کا بوجھ بھی سہارا تھا۔

جب کہ دوسرے ہاتھ کو اس کے نازک وجود کے گرد لپیٹ کر تحفظ بھرا حصار باندھا تھا۔ ہانی نے اس کے مضبوط شانوں پر زور ڈال کر اپنا بیلنس برقرار کیا۔ سنبھل کر کھڑی ہوئی احسن نے بھی اس کے گرد باندھا حصار توڑا۔

بہاروں پھول برساؤ
میرا محبوب آیا ہے

فارحہ جو اس کے پیچھے آتے ہوئے سارا سین ملاحظہ کر چکی تھی ان کے قریب سے گزرتے ہوئے ہاتھ میں تھامی پلیٹ میں سے کچھ پتیاں ان پر گرا کر شوخی سے گنگناتے ہوئے جانے لگی۔

ہانی کو اس کی ذو معنی گنگناہٹ نے سراپا جھلسا کر رکھ دیا۔

وہ اشتعال سے بپھری ہوئی فارحہ کے پیچھے لپکی لیکن احسن فوراً اس کی راہ میں حائل ہوا۔

''ہانی پلیز! اسے کچھ مت کہو بچی ہے وہ اس کی طرف سے میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔'' احسن اس کے راستے میں ایستادہ ہو کر لجاجت سے گویا ہوا۔

ہانی نے طیش زدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''زیادہ مسکینیت دکھانے کی ضرورت نہیں سمجھاؤ اپنی بہن کو کہ آئندہ ایسی غلطی نہ کریں ورنہ دوسری بار میں لحاظ کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔'' اس کی طرف شعلہ بار نگاہوں سے دیکھتے ہوئے انگلی اٹھا کر تنبیہ کی۔

''ٹھیک ہے سمجھا دوں گا۔'' احسن نے اس کے دلکش روپ کو نظروں کے حصار میں لیے متانت سے جواب دیا۔

اس کے سنجیدہ سے چہرے پر ایک نخوت زدہ نگاہ ڈال کر اس کے قریب سے گزر کر نیچے اترنے لگی۔

احسن نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کے جگمگ کرتے روپ کو بصارتوں میں محفوظ کرنے کے لیے گردن موڑی نگاہ سیدھی اس کے بیک سائیڈ کے گہرے گلے پر پڑی جہاں سے اس کی دودھیا گردن دعوت نظارہ پیش کر رہی تھی۔ اس نے اپنے اندر اٹھتی ناگواری کو دبا کر بمشکل خود کو نارمل کیا پھر پکارا۔

''بات سنو ہانی۔'' اس کی پکار پر وہ ٹھٹھکی۔

''کیا ہے۔'' ہانی کا انداز پھاڑ کھانے والا تھا۔

''تم اپنے بالوں کو پیچھے کر دو۔'' وہ تذبذب سے گویا ہوا۔

''کیوں؟'' ہانی نے ناک کے نتھنے پھلا کر تیکھے چتون سے گھورا۔

احسن سیڑھیاں اتر کر اس کے مقابل آ کھڑا ہوا اور اپنی جذبے لٹاتی نگاہیں اس کے چہرے پر فوکس کیں۔

''تمہارا بیک سائیڈ گلا خاصا گہرا ہے باہر مکس گیدرنگ چل رہی ہے، تمہارا اس طرح جانا مناسب بات نہیں۔'' احسن نظریں چرا کر متامل سا گویا ہوا۔

احسن کی بات پر اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

''ہاؤ ڈیئر یو تم ہوتے کون ہو مجھ پر حکم چلانے والے، اپنے یہ آرڈر اپنی کسی ہوتی سوتی پر چلانا، سمجھے۔'' وہ غصے سے آگ بگولا ہو کر پھنکاری۔

احسن کے لبوں پر محظوظ کن مسکراہٹ در آئی۔

''اس لیے تو تمہیں کہہ رہا ہوں کیوں کہ مستقبل قریب میں تم ہی تو میری ہونے والی ہو۔''

اس کے لال بھبھوکا چہرے سے حظ اٹھاتے متبسم نظروں سے دیکھتے ہوئے شوخی سے گویا ہوا۔

احسن کے شوخ الفاظ پر وہ سر سے پاؤں تک دھڑ دھڑ جلنے لگی۔

''کیا بکواس کی تم نے، ہاں لگتا ہے دل میں کچھ زیادہ ہی خوش فہمیاں پال رکھی ہیں تم نے مگر اپنے دل و دماغ سے یہ بات کھرچ کر نکال دو میں لعنت بھیجتی ہوں تم پر بھی اور تم سے استوار ہونے والے رشتے پر بھی ایسا مستقبل میں تو کیا اگر تم ایک زندگی اور بھی لے لو تو تب بھی میں ہونے نہیں دوں گی۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں آئی سمجھ۔'' احسن کی جانب حقارت سے دیکھتے ہوئے وہ غصے سے پھنکاری۔ اس کا تحقیر آمیز انداز احسن کو شدید ذلت کے احساس سے دوچار کر گیا۔ اس نے بڑی اذیت سے جبڑوں کو بھینچا۔

''اس نفرت کی وجہ جان سکتا ہوں؟'' اپنی کرب زدہ نظریں اس کے نخوت زدہ چہرے پر گاڑھ کر ضبط سے پوچھا۔

جواباً وہ استہزائیہ مسکرائی۔

''یہ سوال تم آئینے میں اپنے آپ کو دیکھ کر خود سے کرو۔ تمہیں جواب مل جائے گا۔'' تمسخر اڑاتی نظروں سے اس کو دیکھ کر جانے لگی۔

احسن نے فوراً اس کی کلائی تھامی۔

''نہیں مجھے اپنے سوال کا جواب تمہارے منہ سے سننا ہے۔'' وہ جیسے اپنا ضبط آزمانے پر بضد تھا۔

ہانی نے ایک نگاہ اس کے سانولے چہرے پر ڈالی۔ ناگواری سے اپنی کلائی چھڑا کر اس کے توانا بازوؤں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر تقریباً گھسیٹتی ہوئی اسے اپنے ساتھ لا کر لاؤنج کی دیوار میں فٹ قد آور آئینہ کے سامنے کھڑا کیا۔

''دیکھو یہ ہے تمہارے سوال کا جواب۔'' ہانی نے اس کا رخ زبردستی آئینے کی سمت کر کے دیکھنے پر مجبور کیا۔

''یہ وجہ ہے تم سے نفرت کی اب ہوگئی تسلی، دیکھو سامنے اور ایمانداری سے بتاؤ کہیں سے بھی تم میرے قابل لگتے ہو۔'' اس کی رنگت یک دم پھیکی پڑ گئی۔ اس کے متغیر ہوتے چہرے کو ہتک آمیزی سے دیکھتے ہوئے زہر خند لہجے میں گویا ہوئی۔

اس کے استفہامیہ انداز پر احسن نے یاسیت بھری نگاہ سامنے ڈالی۔

واقعی اس کے شعاعیں بکھیرتے اور نگاہوں کو خیرہ کرتے حسن کے آگے اس کی سانولی رنگت مزید سیاہی مائل محسوس ہو رہی تھی۔

احسن نے آئینے میں دیکھتے اس کے خیرا کن عکس سے نظریں چرا کر یاسیت زدہ سی بوجھل سانس اپنے گھٹن زدہ وجود سے خارج کی۔

ہانی اس کے شکست خوردہ پھیکے چہرے پر ایک پر تمسخرانہ جتاتی نگاہ ڈال کر اپنے مخصوص انداز سے باہر کی سمت جانے لگی۔

سنگی فرش پر اس کی پینسل ہیل کی کھٹ کھٹ احسن کو اپنا دل کچلتی محسوس ہوئی۔

☆......☆

ہانی سینے پر ہاتھ باندھے دیوار سے ٹیک لگائے متلاشی نگاہیں چاروں اطراف پر دوڑاتی سخت بے چین نظر آ رہی تھی۔

یونیورسٹی گراؤنڈ میں اس وقت ایک اودھم مچا تھا۔ ویلنٹائن ڈے سلیبریشن چل رہی تھی۔ شور و غل کا سماں تھا آپس میں کارڈز اور گفٹ کے تبادلے

ہو رہے تھے۔

زیادہ تر لڑکیاں ریڈ کلر کے ڈریسز پہنے ہوئے تھیں لیکن ان سب لڑکیوں میں وہ اداس و بے چین سی الگ تھلگ بیٹھی لڑکی سب میں نمایاں اور منفرد لگ رہی تھی۔

اسکن اسکرٹ پر ریڈ سلیولیس شرٹ پہنے ہوئے سنہری شولڈر کٹ بالوں کی اونچی پونی ٹیل بنائے بے پناہ حسین لگ رہی تھی۔ بھرے بھرے یاقوتی لبوں پر سرخ لپ اسٹک دیکھنے والوں کے ہوش چھین رہی تھی۔

وہ قدرت کی مکمل تخلیق کی ایک شاہکار تھی جو دیکھنے والوں کو اپنے ساحرانہ حسن سے مبہوت کر لیتی تھی۔

تبھی کسی نے پیچھے سے آکر اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھے۔

''ارتضیٰ.....!'' اس نے ارتضیٰ کے لمس اور اس کے ملبوسات سے اٹھتی خوشبوؤں سے فوراً پہچان لیا۔

ارتضیٰ نے ہنستے ہوئے اپنے ہاتھ ہٹا دیئے۔

ارتضیٰ کو سامنے پا کر وہ یک دم کھل اٹھی تھی۔

ارتضیٰ نے بے حد دلچسپ نظروں سے اس کی گردن پر جھولتی پونی ٹیل کو دیکھا جو اس کے حسین چہرے پر بہت سوٹ کر رہی تھی۔

''بہت خوب صورت لگ رہی ہو ہانی! جتنا میں نے سوچا تھا اس سے بھی کہیں بڑھ کر تم پر ریڈ کلر کھل رہا ہے میرے تصور سے بھی بڑھ کر حسین لگ رہی ہوں۔ قسم سے ایمان متزلزل کر رہی ہو میرا۔''

ارتضیٰ نے آنکھوں میں بے پناہ محبت سموئے اس کی سمت استحقاق سے دیکھتے ہوئے بڑے بے باک انداز میں اس کی تعریف کی۔

ارتضیٰ کے سراہنے کا یہ بے باکانہ انداز اسے سٹپٹانے پر مجبور کر گیا۔

''اچھا اگر اتنی حسین لگ رہی ہوں تو آپ نے آج شعر سنا کر میرے حسن کو خراج کیوں پیش نہیں کیا۔'' ہانی نے اپنی جھینپ مٹانے کو اٹھلا کر شکوہ کیا۔

ارتضیٰ نے اس کی جانب قدرے جھک کر آنکھوں میں بے حد توجہ سے دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔

''کیوں کہ آج تمہارے حسن کی تابناکیوں کے آگے تمام الفاظ کم ہیں۔ یہ خالی خولی لفظوں کا مجموعہ تمہارے حسن کا خراج ادا کرنے میں ناکام ہے۔ تمہارے حسن کو خراج پیش کرنے کا سامان میں کر چکا ہوں۔'' اس کی گہری آنکھوں میں تکتے ہوئے ذومعنی انداز میں گویا ہوا۔

ہانی نے مسکراتے ہوئے سوالیہ نظریں اس کے چہرے پر ٹکائی ہوئی تھیں۔

''چلیں۔'' ارتضیٰ نے اس کی جانب دیکھ کر تائید چاہی۔

''کہاں؟'' ہانی نے ایک ادا سے اس کی طرف دیکھ کر دلکشی سے پوچھا۔

''جہاں میں لے جانا چاہوں۔'' ارتضیٰ کا انداز استحقاق سے بھرپور تھا۔

ہانی نے ہولے سے اس کے پھیلے ہوئے مضبوط ہاتھ پر اپنا نازک سا مرمریں ہاتھ رکھا جسے ارتضیٰ نے پوری شدت سے دبایا۔

دونوں ایک دوسرے میں مگن باتیں کرتے ہوئے باہر جا رہے تھے۔

کئی نگاہیں ان کی جانب اٹھ رہی تھیں جس میں حسد و رشک اور ستائش سے محلول تمام جذبات ہلکورے لے رہے تھے۔

ان تمام نگاہوں سے عیاں ہوتے احساسات نے ہانی کی فخر سے تنی گردن مزید اکڑا دی۔

''ہم کہاں جا رہے ہیں؟'' پندرہ منٹ سے گاڑی کو مختلف موڑ مڑتے دیکھ کر ہانی نے بے صبری سے پوچھا۔

''کورٹ۔'' ارتضیٰ نے اطمینان سے جواب دیا۔

''وائے۔'' ارتضیٰ کے جواب پر اسے خاصا اچنبھا ہوا۔

''کورٹ میرج کرنے یا راب مزید انتظار نہیں ہوتا۔''

ارتضیٰ نے شوخ نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اتاؤلے پن کا مظاہرہ کیا۔

''شٹ اپ۔'' ہانی نے اس کے کھلے ڈلے انداز پر جھینپ کر گھورا۔

''تو تم سوال ہی اس قدر فضول قسم کے کر رہی ہو جس کا اس سے بہترین جواب دوسرا میرے پاس نہیں تھا۔'' ارتضیٰ بڑی مہارت سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے نگاہیں سامنے جمائے گویا ہوا۔

''اور ویسے بھی میں کوئی تمہیں اغواء کر کے نہیں لے جا رہا، ڈونٹ وری۔ بھروسا ہے مجھ پر۔'' ارتضیٰ نے گردن موڑ کر استفہامیہ نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز کرتے گویا تائید چاہی۔

''خود سے بھی زیادہ۔'' ہانی نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر محبت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے اپنی چاہت کا مان سونپا۔

ہانی کے اس مان بھرے اقرار کو سن کر ارتضیٰ کا چہرہ کسی فاتح یا ب جرنیل کی طرح کھل اٹھا۔

کچھ دیر کے بعد گاڑی ایک چرچراہٹ کے ساتھ بلند و بالا عمارت کے سامنے رکی گاڑی سے اتر کر ہانی نے اس کے ساتھ قدم آگے بڑھا دیے۔

کاؤنٹر پر موجود لڑکے سے اپنے مطلوبہ روم کی چابی لے کر تیزی سے آگے بڑھنے لگا ہانی بھی اس کی تقلید کیے جا رہی تھی۔

ایک روم کے سامنے رک کر اس نے لاک کھولا۔ ہانی دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی کمرے کے وسط میں رکی اور گھوم کر کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

تبھی ارتضیٰ نے پیچھے سے آ کر اس کے شانوں کو چھوا وہ چونک کر یکدم پلٹی۔ ارتضیٰ نے اسے اپنی جانب استفہامیہ نظروں سے تکتے پا کر مسکراتے ہوئے پینٹ کی پاکٹ سے یلو مخملی کیس نکال کر کھولا جس میں موجود نیکلس کی چمک نگاہوں کو خیرہ کر رہی تھی۔

''یہ تمہارا گفٹ۔'' ارتضیٰ نیکلس کو کیس سے نکال کر اس کی آنکھوں کے سامنے کرتے ہوئے گویا ہوا ہانی کی آنکھیں اتنی چاہت پر انبساط سے جھلملا اٹھیں۔ ارتضیٰ نے آگے بڑھ کر اپنے درمیان ہاتھ بھر کے فاصلے کو بھی ختم کر دیا۔ دونوں ہاتھوں کو اس کے شانوں پر دراز کر کے پیچھے سے نیکلس کا ہک لگایا۔ اس کی حد درجہ قربت پر ہانی کو اپنی سانس رکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ گردن پر محسوس ہوتی انگلیوں کے لمس اور چہرے پر پڑتی سانسوں کی تپش سنسنی دوڑانے لگی اس کے وجود میں۔

''کیسا لگا اپنا گفٹ؟'' ارتضیٰ نے ہک لگا کر بازو اس کے شانوں پر سے ہٹا کر استفسار کیا۔

''بہت خوب صورت ہے۔'' وہ اشتیاق سے اپنے گلے میں سجے نیکلس پر ہاتھ پھیر کر کھلکھلا کر گویا ہوئی۔

''نہیں میری جان! یہ نیکلس ہرگز بھی خوب صورت نہیں اس کی ساری چمک ساری خوب صورتی تمہارے مرہون منت ہے۔'' اس کے ہوش ربا حسن کو مخمور نظروں سے دیکھتے ہوئے بوجھل لہجے میں گویا ہوا۔

''میرا گفٹ کہاں ہے؟'' اس نے وارفتگی سے ہانی کو تکا۔

ارتضیٰ کے کہنے پر ہانی نے مسکراتے ہوئے اپنے کندھے پر لٹکے ہینڈ بیگ کی زپ کھولی۔

''اوہو ہونہہ۔'' ارتضیٰ نے اس کے کندھے پر

لٹکے بیگ کو اتار کر بیڈ پر اچھالا۔

''کیا ہوا؟'' ہانی نے خاصے اچنبھے سے اس کی جانب دیکھا۔

''اس مرتبہ گفٹ میری پسند کا ہونا چاہیے۔''

اس کی ذومعنی گفتگو اور آنکھوں سے چھلکتی سرمستی نے اس کے حواس معطل کردیے وہ سراسیمہ ہو کر ہراساں نظروں سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے گلے میں لپٹے مفلر کو کھینچ کر دور اچھالا۔ ہانی صدمے سے پھٹی پھٹی نظروں سے ششدر سی اس کی جانب دیکھتے ہوئے الٹے قدموں پیچھے کی طرف جانے لگی۔

''یار! اپنے حسن کو پیش کیے جانے والا نذرانہ تو تم قبول کر چکی ہو۔ اب خراج وصولتے سے قدم کیوں موڑ رہی ہو۔'' خمار آلود نظروں سے اس کے پچھتاوے زدہ چہرے کو دیکھتے ہوئے مکروہ مسکراہٹ سے گویا ہوا۔

''تمہارے حسن کو خراج پیش کرنے کا سامان میں کر چکا ہوں۔'' جن ستائشی جملوں کو وہ اپنی تعریف سمجھ کر مغرور ہوتی رہی وہ الفاظ کس قدر غلاظت میں لتھڑے ہوئے تھے اس کا ادراک اب ہوا۔

جب وقت ریت کی طرح ہاتھوں سے پھسل چکا تھا۔ وہ شیطانیت سے بھرپور مکروہ ہوس بھری نظریں اس پر گاڑھے آگے بڑھا۔

ہانی نے بے رنگ دیوار پر لگے لکڑی کے خوب صورت فریم کو نکال کر تیزی سے اس کی جانب پھینک کر اس کے ناپاک ارادوں کو ناکام بنایا۔ فریم سیدھا اس کے سر پر لگا تھا۔ وہ سر تھام کر بیٹھ گیا۔

ہانی موقع غنیمت جان کر دروازے کی جانب لپکی لاک کھول کر باہر کی سمت دوڑ لگائی۔

راہداری میں دوڑتے ہوئے وہ سنگی فرش پر اوندھے منہ گری۔

اس نے تیزی سے اپنے آپ کو سنبھالا اور نازک پیروں سے بلیک اسٹرپ والی ہائی ہیل بے دردی سے کھینچ کر نکالی اور کھڑی ہو کر ایک بار پھر بھاگنے لگی۔ اس کی پونی ٹیل کھل گئی تھی سارے بال بکھرے ہوئے تھے۔ سارا چہرہ آنسوؤں سے تر بتر تھا۔

کچھ دیر قبل چاند کو شرماتا اور پھول سا کھلتا چہرہ اب ٹوٹے مان کی کرب ناک لکیروں سے وحشت زدہ ہو رہا تھا۔

اس وقت اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ یوں ہی وحشت ناک انداز میں اندھا دھند بھاگتے وہ ہوٹل کی عمارت سے باہر نکل کر مین روڈ کی سمت بھاگی گاڑیوں کے اژدھام سے ایک گرے کرولا اس کے وجود کو کئی فٹ اچھال کر زن سے گزرے اور وہ کئی فٹ اچھل کر دور فٹ پاتھ پر اوندھے منہ گری اس کے جسم سے تیزی سے بہتا خون فٹ پاتھ پر پھیلنے لگا۔

اس کے گرد اکٹھا ہوتے ہجوم میں مختلف چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔

☆.....☆

''بھروسا ہے مجھ پر۔'' کسی مانوس سی آواز نے ذہن کے دریچے پر دستک دی۔

''خود سے بھی زیادہ۔'' اپنے ہی کہے الفاظ اسے اپنا مذاق اڑاتے اپنا منہ چڑاتے محسوس ہوئے۔

وہ نیند میں سر کو دائیں بائیں پٹخ رہی تھی۔ بے کلی و اضطراب حد سے سوا تھا، اپنا تمسخر اڑاتے الفاظ ہتھوڑے کی مانند دماغ پر ضربیں لگا رہے تھے۔

گھٹن حد سے سوا ہونے پر وہ چیخ مار کر ہڑبڑا کر اٹھی۔

پورا وجود پسینے میں شرابور ہو رہا تھا۔ سارے وجود پر ایک کپکپی سی طاری تھی اس نے دونوں بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹ کر خوف زدہ نظریں پورے کمرے میں

دوڑائیں۔ اسے اپنے دماغ کی شریانیں پھٹتی محسوس ہورہی تھیں۔ چیخ کی آواز سن کر سبرینہ (امی) چلی آئیں۔

''کیا ہوا میری بچی۔'' امی نے قریب بیٹھ کر اس کا لرزتا وجود اپنی ممتا بھری بانہوں میں بھرا۔

ماں کے سینے میں منہ چھپا کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''ہانی میری جان! تم بتا کیوں نہیں دیتیں کیا ہوا ہے تمہیں۔'' اس کے بکھرتے وجود کو اپنی بانہوں میں سمیٹ کر محبت آمیز تشویش سے استفسار کیا مگر جواب ہمیشہ کی طرح ندارد تھا۔

آٹھ ماہ قبل ہونے والے ایکسیڈنٹ کے بعد اس کی حالت تشویش ناک ہورہی تھی وہ گہری نیند میں سوتے ہوئے چلانے لگتی، کمرہ نشین ہوکر گم صم بیٹھی رہتی یا پھر زاروقطار روتی رہتی۔

یونیورسٹی کی ٹائمنگ میں اس کا تقریباً سینتیس کلو میٹر دور ایکسیڈنٹ ہونا اور اس کا ہینڈ بیگ سیل فون سمیت ہوٹل کے روم سے برآمد ہونا، اب اس کا ایب نارمل رویہ سب ایک سوالیہ نشان تھا۔

لیکن ان سوالوں کے جواب وہ تاحال ڈھونڈ نہ پائے تھے کیونکہ جواب دینے والی نے لبوں پر چپ کے قفل لگا لیے تھے۔

ان تمام حالات کو دیکھتے ہوئے بھائی بھابی نے بھی احسن کے پرپوزل والی بات پر اب خاموشی اختیار کرلی تھی۔

اس کی دن بدن دگرگوں ہوتی حالت خود سبرینہ کے اندر کئی وسوسے واندیشے ابھار رہے تھے وہ ہانی کے حوالے سے بے حد متفکر ہورہی تھیں۔

☆.....☆

''کیا ہوا پھپھو آپ کچھ پریشان لگ رہی ہیں؟'' معاویہ کے ساتھ گیم کھیلتے احسن کا دھیان سبرینہ کی جانب تھا کب سے وہ ان کا گم صم متفکر انداز نوٹ کررہا تھا بالآخر پوچھ بیٹھا۔

''کچھ نہیں بیٹا! بس وہی ہانی کے لیے پریشان ہوں۔''

''کیوں کچھ کہا ہے ہانی نے کیا؟'' احسن گیم Stop کرکے ان کی جانب متوجہ ہوا۔

''بیٹا! اصل پریشانی کی وجہ بھی تو یہی ہے کہ وہ کچھ بتانے پر آمادہ ہی نہیں اگر ہمیں حقیقت بتا دیتی تو اپنے دل پر دھرا بوجھ بھی کم ہوجاتا اور معاملے کی نوعیت کا اندازہ بھی ہوجاتا۔'' انہوں نے تھکی تھکی سانس فضا میں خارج کی۔

احسن نے متاسفانہ نظروں سے ان کے پرملال و پریشان چہرے کو دیکھا اس وقت ان کی حالت قابل رحم لگ رہی تھی۔

''آپ فکرمند نہ ہوں انشاء اللہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔'' ان کا نحیف ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر تسلی آمیز انداز میں گویا ہوا۔

''پھپھو ایک بات کہوں مائنڈ تو نہیں کریں گی۔'' احسن نے متامل سا پوچھا۔

''بولو بیٹا! کیا بات ہے بھلا میں کیوں تمہاری بات کا برا مانوں گی۔'' سبرینہ اس کے متذبذب انداز پر شفقت سے مسکرائیں۔

''اگر آپ کی اجازت ہو تو میں ہانی سے بات کروں۔'' وہ جھجک کر گویا ہوا۔

''مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے بیٹا پر اس کی بدلحاظی و تنک مزاجی سے تو تم واقف ہو، بلاوجہ تمہیں کچھ کہہ دے گی۔'' پھپھو گویا ہوئیں۔

''اگر کچھ کہہ بھی دیا تو کیا ہوا آپ تو جانتی ہیں ہم بھی خاصے ڈھیٹ قسم کے واقع ہوئے ہیں۔ بے وقوف لوگوں کی فضول گوئیاں ہم ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑانے والے فارمولے پر یقین رکھتے ہیں۔'' وہ ہلکے پھلکے مزاحیہ انداز میں بول کر ہانی کے کمرے کی سمت گیا۔

دروازہ ناک کر کے وہ اجازت ملنے کے انتظار میں کچھ لمحے کھڑا رہا لیکن کوئی اندر سے رسپانس نہ ملنے پر لاک کھول کر اندر قدم رکھا۔

ہانی پر نظر پڑتے ہی وہ بھونچکا رہ گیا۔ یہ تو وہ ہانی ہرگز نہیں تھی جس کا طمطراق مدمقابل کو تسخیر کر لیتا وہ طنطنہ کہیں مفقود تھا۔

اس پرغرور و گھمنڈی ہانی کے برعکس سرتاپا بچھے ہوئے گرے کلر کی چادر میں چھپی ایک نئی ہانی تھی جس کا حزن زدہ چہرہ اور درد بھری آنکھیں ویران کھنڈرات کا سا منظر پیش کر رہی تھیں۔

کیوں آئے ہو تم یہاں۔'' بیڈ پر دراز تکیے سے ٹیک لگائے ہانی اسے ناگواری سے دیکھ کر اٹھی اور ترشی سے گویا ہوئی۔

''تم سے ملنے تمہیں دیکھنے اور تھوڑا گپ شپ لگانے۔'' احسن نے اس کے مزاج کی ترشی کو نظر انداز کر کے دوستانہ رویہ اختیار کیا۔

''اوہ..... تو دیکھ چکے میرا تماشا اب جاؤ یہاں سے۔'' وہ پہلے سے بھی زیادہ درشتگی سے گویا ہوئی۔

''ہانی پلیز! میں نہ یہاں تمہارا تماشا دیکھنے آیا ہوں اور نہ ہی تم سے الجھنے یا فضول کی تکرار کرنے میں صرف تمہارے اس ذہنی انتشار کا محرک جاننے آیا ہوں۔ تمہاری اس ابتر حالت کا سبب جاننا چاہتا ہوں۔ ایسا کون سا ڈر ہے کیا خوف ہے جو تمہیں ہراساں کرتا ہے کون سا غم ہے جو تمہیں دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے پلیز ہانی اپنے دل میں چھپے بھید کو آج افشاں کر دو نکال دو اپنے اندر کی گھٹن کو۔'' احسن اس کے لہجے کی تلخی سے رنجور ہو کر ملتجیانہ انداز میں گویا ہوا۔

''اوہ..... اب سمجھی تم ہمدردی کی آڑ میں یہ جاننے آئے ہو کہ اب میں تمہارے قابل رہی ہوں کہ نہیں۔'' ہانی کی بدگمانیوں کی کوئی انتہا نہیں تھی۔

اس کی طرف تنفر سے دیکھتے ہوئے تلخی آمیز تمسخر سے گویا ہوئی۔

الفاظ پر احسن نے تڑپ کر اس کی جانب دیکھا۔

لہجے کے برعکس اس کے تاثرات بڑے کرب انگیز تھے سوز بھری آنکھوں میں بے اعتبار محبت کا ٹوٹا مان نمی بن کر چمک رہا تھا۔

احسن کا دل کٹ کر رہ گیا۔

''ہانی! تم آج بھی اتنی انمول ہو جتنی پہلے تھیں میرے لیے میں تو محض تمہیں ان وحشتوں سے نکالنے کے لیے بتانے پر اکسا رہا تھا تاکہ تمہارے دل پر دھرا بوجھ کم ہو لیکن اگر تم بتانا نہیں چاہتیں تو تم پر کوئی دباؤ نہیں ڈالے گا۔ تم میرے لیے آج بھی اتنی ہی معتبر اور قابل احترام ہو جتنی کل تھیں۔ بس تم سے ایک التجا ہے پلیز مجھے تاحیات کے لیے اپنی رفاقت کا اعزاز بخش دو پلیز۔'' احسن نے اس کے وجود پر پرفریب محبت کے لگائے ہوئے گھاؤ پر اپنی بے لوث و شفاف چاہت کا مرہم لگانے کی سعی کی۔

وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

اور پھر فقط تیرہ دنوں میں وہ بابل کی دہلیز پار کر کے سرد جذبات و خالی دل لیے اس کے آنگن میں چلی آئی۔ وہ احسن کی چاہتوں کی شدتوں سے گریزاں تھی لیکن اس کی تمام تر سرد مہری و بے اعتنائی کے باوجود ہانی کے لیے اس کی چاہت و دیوانگی دیدنی تھی لیکن وہ اس کی سچی محبت کی صداقت پر یقین کرنے میں متامل تھی۔ اسے لگتا کہ یہ چند دنوں کا خمار ہے جو بہت جلد اتر جائے گا۔

اسی شش و پنج میں ڈھائی سال کا عرصہ بیت گیا۔

ایک دن مامی کے اصرار اور احسن کی خواہش پر وہ لیڈی ڈاکٹر کے پاس گئی۔ چیک اپ کے بعد انہوں نے جو انکشاف کیا اس نے ہانی کو لرزاں کے رکھ دیا۔ ان کے کہنے کے مطابق تین سال قبل ہونے والے ایکسیڈنٹ میں وہ ماں بننے کی صلاحیت سے محروم ہو

چکی تھی۔

اس پر فریب محبت نے اسے ہمیشہ کے لیے ایک عظیم رشتے سے محروم کر دیا تھا۔

اس فریبی پر ایقان کرنے کی خطا پر قدرت نے بڑی سخت سزا دی تھی۔ اس نے اپنی نمناک آنکھوں سے احسن کی سمت دیکھا جس کے چہرے کے پتھریلے تاثرات نے اسے مزید ہولا دیا۔

سارا راستہ وہ خاموش رہا۔ ہانی کو اس کی خاموشی کسی بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ لگ رہا تھی۔

گھر پہنچ کر وہ سیدھا مامی کے کمرے میں گھس گیا۔ ہانی کا دل خوف سے سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا۔ دو کپ چائے بنا کر اپنی بے جان ٹانگوں کو گھسیٹتی وہ مامی کے کمرے تک آئی۔

اندر سے آنے والی آواز سن کر دستک کے لیے اٹھایا ہوا ہاتھ رک گیا۔

''نہیں امی! ڈاکٹر کہہ رہی تھی سب ٹھیک ہے بس اللہ کی طرف سے ابھی حکم نہیں ہوا۔ آپ کو ہانی کو لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ کچھ دیر کے لیے رکا۔

''اور ویسے بھی اولاد مرد کے نصیب سے ہوتی ہے اگر میری قسمت میں اولاد ہوئی تو خدا ہانی کو بغیر کسی علاج و معالج کے دے دے گا۔'' چند لمحوں قبل خوف سے کانپتا دل اب مسرت سے کھل اٹھا تھا۔

غم سے بھیگی آنکھوں میں اب خوشی کی نمی چمک رہی تھی۔

کس طرح وہ اس کی خامی کی پردہ پوشی کر کے سارا قصور قسمت پر ڈال رہا تھا۔ دل کی سرزمین جو اس ہرجائی کی بے وفائی پر بنجر ہو چکی تھی اب یکا یک اس میں محبت کی کونپلیں پھوٹنے لگی تھیں۔

اس رات احسن کے سینے پر سر رکھ کر بے تحاشا روتے ہوئے اس نے اپنی محبت کا اقرار کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی غلطیوں کا اعتراف بھی کھلے دل سے کیا۔ اس کے اقرار سے سرشار ہو کر احسن نے اسے اپنی پناہوں میں سمیٹا۔

☆.....☆

اس نے اپنی بوجھل آنکھیں کھول کر سامنے لگے وال کلاک کی طرف دیکھا ساڑھے نو بج رہے تھے۔ ماضی سے حال تک کے سفر میں کتنا وقت بیت چکا تھا۔ اپنے دکھتے پپوٹوں کو انگشت شہادت سے دبایا اور ٹیبل پر دھرا رجسٹر اٹھا کر پرعزم انداز میں قدم کلاس روم کی جانب بڑھائے، ان کانچ سی لڑکیوں کو اندھیری راہوں میں بھٹکنے اور ٹوٹ کنے سے بچانے کے لیے ان پھول سی لڑکیوں کو ان پر خار راستوں میں رلنے سے بچانا تھا۔ ان نادان بھولی لڑکیوں کو اس طلسم زدہ پرفریب محبت کا اصل بھیانک روپ دکھانا تھا۔

وہ اپنی مخصوص تمکنت بھری پر وقار چال چلتی کلاس روم میں داخل ہوئی۔ کلاس روم میں داخل ہوتے ساتھ ہی کئی اسٹوڈنٹ ہاتھوں میں red rose لیے اس کے پاس آئیں جنہیں تشکر بھری مسکراہٹ کے ساتھ اس نے تھامے۔

''آپ سب کے دیے تحائف کا بے حد شکریہ لیکن نا تو آج میری birth day ہے اور نا ہی ویڈنگ اینیورسری سو اس اسپیشل پروٹوکول کی وجہ۔'' وہ مسکراتی نگاہ پورے کلاس روم پر دوڑا کر اپنے مخصوص پر اعتماد انداز و علاوت آمیز لہجے میں گویا ہوئی۔ اس کے استفہامیہ انداز نے تمام اسٹوڈنٹ کو اچنبھے میں ڈالا۔

''مس! کیا آپ کو معلوم نہیں آج ویلن ٹائن ڈے ہے۔'' اس کی اسٹوڈنٹ رامین جعفری کے استفہام میں حیرانگی جھلک رہی تھی۔

''ویلنٹائن ڈے کا تو مجھے علم ہے پر یہ پھول کس سلسلے میں دیے یہ سمجھ نہیں پائی ہوں۔'' اس کا انداز ہنوز نادانستگی لیے ہوئے تھا۔

تمام اسٹوڈنٹ انگشت بدنداں اس کی جانب دیکھنے لگے۔

''کیوں مس! آپ کو پتا نہیں کیا ویلنٹائن ڈے محبت کے اظہار کا عالمی دن ہوتا ہے اور یہ پھول بھی آپ سے بے پناہ محبت کا اظہار ہے۔'' اس کے میل اسٹوڈنٹ کے شریر لہجے میں طنز کی آمیزش تھی۔

''نام کیا ہے آپ کا؟'' ہانی نے پرسکون انداز میں دیکھتے ہوئے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں پوچھا۔

''اذان نام ہے میرا پیار سے بولے تو ذونی۔'' وہ دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے فلمی اسٹائل میں شرارتاً گویا ہوا۔

''نام سے تو مسلمان لگتے ہو پھر کام عیسائیوں والے کیوں؟''

اس نے جتاتی نگاہ اس کے شوخ چہرے پر گاڑھ کر دریافت کی سے پوچھا۔

اذان لاجواب سا ہو کر رہ گیا۔

ہانی نے اس کے کھسیائے چہرے پر سے نظریں ہٹا کر تمام اسٹوڈنٹ پر تاسف آمیز نگاہ ڈالی۔

''ہمارے مذہب میں محبت کو کسی ایک تاریخ میں قید نہیں کیا اور نہ ہی اس کے اظہار کے لیے کوئی ایک دن متعین کیا ہے۔ ہمارا مذہب تو از خود محبت و یگانگت کی اعلیٰ مثال ہے پر افسوس کہ اپنے حق و سچ کا پرچار کرتے مذہب کی پیروی چھوڑ کر ہم نے اپنی نااہلی و کمزور ایمان کے سبب ان شر انگیزوں کی تقلید میں اپنی محبت کو سال میں آنے والے ایک دن تک مخصص کر دیا ہے اور کس قدر تعجب خیز بات ہے کہ اپنے اس جاہلانہ طرز عمل پر ہم کس قدر فخر محسوس کرتے ہیں۔'' ہانی نے لحظہ بھر کو رک کر کلاس روم پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی۔

جن اسٹوڈنٹ کے چہروں پر کچھ لمحوں قبل تمسخر و تحیر نمایاں تھی اب وہی چہرے بے حد سنجیدگی و متانت سے اس کی جانب متوجہ تھے۔ اس نے طمانیت بھری سانس کھینچ کر دوبارہ سے سلسلہ کلام کو جوڑا۔

''آپ میں سے شاید بہت سے اسٹوڈنٹس کو معلوم بھی نہیں ہوگا کہ ویلنٹائن ڈے درحقیقت اس ناپاک شخص کی یاد میں منایا جاتا ہے جس نے مرد و عورت کے درمیان زنا کو جائز قرار دیا تھا جس کی سزا میں اس ناہنجار شخص کو سولی پر چڑھا دیا گیا تھا۔ بجائے اس کے کہ جس نے خدا کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کی ترغیب دی۔ حرام کو حلال میں محلول کیا اس کے اس قابل مزاحمت فعل پر تنفر ہونے کے بجائے اس کے پیروکاروں میں شامل ہو رہے ہیں۔''

اس کا پراضمحلال چہرہ و پرملال لہجہ گہرے دکھ و تاسف کی عکاسی کر رہا تھا۔

''ان بے ایمان و نفس کے غلام لوگوں کی تقلید کرتے ہوئے آج کا ہر نوجوان ہاتھ میں کارڈ و پھول تھامے ہر سال ایک نئی لڑکی سے اظہار محبت کرتا نظر آتا ہے اور لڑکیاں بھی آنکھ بند کر کے ان کے فریب زدہ محبت پر ایمان لے آتی ہیں۔ نتیجتاً وہ پرفریب محبت ان نازک کلیوں کو اژدھے کی مانند کھا لیتی ہے۔ یہ یونیورسٹی کالجز یا پارکوں میں محبت کے فلمی ڈائیلاگ بولنے والے کبھی مخلص نہیں ہوتے۔

اگر کوئی آپ کو سچے دل سے چاہتا ہے تو وہ کبھی بھی آپ کو دنیا کی نظروں میں بدنام کرنے کا رسک نہیں لے گا، بلکہ راہ میں آئی تمام رکاوٹوں کٹھنائیوں سے اپنی بے غرض و بے لوث سچی محبت کے بل بوتے پر نبرد آزما ہو کر آپ کو اپنی عزت بنا کر آپ کو دنیا کی نظروں میں سرخرو معتبر کرائے گا۔

یہ سب میں آپ لوگوں کو محض مشاہدے کے طور پر نہیں بلکہ تجربے کی بنیاد پر بتا رہی ہوں۔ عمل کر کے دیکھ لیں انشاء اللہ ہمیشہ سرخرو ٹھہریں گے۔''

اپنی ناصحانہ گفتگو کے ردعمل پر میل اسٹوڈنٹ کے

چہروں پر خجالت و ندامت فی میل اسٹوڈنٹ کے چہروں پر ندامت دیکھ کر اس کے اندر گہری طمانیت کی لہر دوڑنے لگی۔ اپنے مقصد میں کامیابی کے آثار پا کر اس نے تشکر آمیز نظروں سے اوپر کی سمت دیکھا اور قدم باہر کی جانب بڑھا دیئے۔

اس کی چال میں محسوس کی جانے والی سرشاری جھلک رہی تھی۔

پرنم آنکھوں کی گہری چمک قلبی سکون و اطمینان کی غمازی تھی۔

آج اس نے کسی نادان کو ام ہانی زبیر صدیقی جیسی نادانی کرنے سے بچا لیا۔ ام ہانی کو تو ٹھوکر لگنے پر احسن نے گرنے سے پہلے سنبھال لیا لیکن ہر لڑکی ام ہانی جتنی بخت آور نہیں ہوتی۔

کیوں کہ ہر لڑکی کے مقدر میں احسن زمان جیسا ہمسفر نہیں ہوتا۔

فرحت بخش احساس سے سرشار وہ یونیورسٹی سے باہر نکلی تو سفید کرولا سے ٹیک لگائے سینے پر ہاتھ باندھے کھڑے احسن کو دیکھ کر مسرت آمیز حیرت ہوئی۔

''آپ اس وقت یہاں خیر تو ہے؟'' ہانی نے اس کے قریب پہنچ کر خوشگوار لہجے میں دریافت کیا۔

''ہاں گاڑی میں بیٹھو بتاتا ہوں۔'' احسن نے سنجیدہ تاثرات کے ساتھ اس کے لیے فرنٹ ڈور کھولا۔ وہ متذبذب سی گاڑی میں بیٹھ کر اس کے سپاٹ چہرے کو تکنے لگی۔

''آج آپ کیا آفس نہیں گئے؟'' گاڑی میں چھائے سکوت کو ہانی کی آواز نے توڑا وہ جیسے کسی گہری سوچ سے چونکا۔

''اوہ..... ہوں..... نہیں گیا وہ تمہاری رپورٹ لینے جانا تھا ڈاکٹر نے آج کی ڈیٹ دی تھی۔'' احسن کے پرسوچ انداز نے اسے ٹھٹکا دیا۔

چند روز قبل اس کی طبیعت کچھ گری گری سی رہنے لگی تھی۔

ہاسپٹل گئی تو ڈاکٹر نے ٹیسٹ کروا دیئے۔ جن کی رپورٹس آج آئی تھیں۔ مگر مصروفیات میں الجھ کر وہ سرے سے ان رپورٹس کو بھول چکی تھی۔

''کیا کہا ڈاکٹر نے کیا آیا ان رپورٹس میں؟'' احسن کے تاثرات کسی غیر معمولی بات کا اشارہ کر رہے تھے۔

''ڈاکٹر نے کہا کہ.....'' کچھ کہتے کہتے اس نے لب دانتوں تلے دبائے۔

''کیا کہا ڈاکٹر نے..... ہاں.....'' احسن کی خاموشی پر وہ ہیبت زدہ سی متوحش ہو کر چلائی۔

''ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق میں پاپا اور تم ماما بننے والی ہو۔'' احسن نے شریر نظروں سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے خوشی سے لبریز لہجے میں خوش خبری سنائی۔

''آ..... آپ..... سچ کہہ رہے ہیں احسن؟'' وہ بے یقینی سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے حیرت و مسرت کے ملے جلے تاثرات سے گویا ہوئی۔

''سو فیصد سچ جان احسن!''

احسن نے اپنی شوخ نگاہیں اس پر مرکوز کر کے چھیڑا وہ بلش ہو گئی۔

بے پایاں خوشی کے بیکراں سمندر میں بھیگتے ہوئے پلکیں موندھ کر سیٹ سے ٹیک لگایا۔ کون کہتا ہے کہ معجزے گزرے زمانوں میں ہوا کرتے تھے آج کے دور میں بھی معجزے ممکن ہیں بشرطیکہ آپ کے مابین پنپتی محبت بے ریا شفاف ہو اپنے رب کی جانب سے عطا کردہ اس بے لوث شخص کی ہمنوائی کا انمول تحفہ اس کی روح تک کو شاداں کر رہا تھا۔ جس کے لیے اس کی ہر سانس اپنے رب کی شکر گزار تھی۔

.....☆.....